مؤمن پر مؤمن کی حفاظت کا فریضہ
کتاب وسنت کی روشنی میں

تحریر: مولانا اخلاق حسین قاسمی

اسلام انسانی اخوت کا پیغام ہے۔ اگر دو انسانوں کے درمیان مذہب اور عقیدہ کا تعلق بھی قائم ہو تو پھر وہ ایمانی اور دینی اخوت ہے جو اخوت کے انسانی رشتہ کو مزید مستحکم اور قوی کر دیتی ہے۔ ایمانی اخوت کا تقاضا شدید تر ہو جاتا ہے کہ ایک دینی بھائی دوسرے دینی بھائی کی جان' مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔ اگر حفاظت کرنے کے بجائے ایک مؤمن دوسرے مؤمن کو ہلاک کر دیتا ہے تو اس کی سزا ابدی جہنم قرار دی گئی ہے جو دراصل کفر وانکار کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّلَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ (النساء:۹۳)

''اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا ابدی جہنم ہے اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی پھٹکار نازل ہوتی ہے اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

جمہور علماء نے اس کی تاویل کی ہے اور جائز سمجھ کر قتل کرنے والے کو ابدی جہنم کا مستحق قرار دیا ہے' کیونکہ وہ ایک فعل حرام کو فعل حلال سمجھ کر انجام دے رہا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ قاتل مؤمن کی اصلی سزا یہ ہے' اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے کہ وہ اس اصلی سزا سے بچا کر ایمان کی برکت سے قاتل مؤمن کو ابدی جہنم سے محفوظ رکھے اور محدود سزا کے بعد اسے نجات عطا فرما دے۔

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر یہ ہے کہ آیت اپنے

ظاہری معنی پر قائم ہے اور قاتل مؤمن کی توبہ قبول نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی مشہور حدیث ہے:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ)) (متفق علیه)

''مسلمان کو گالیاں دینا نافرمانی کا عمل ہے اور اسے قتل کرنا کفر کے برابر ہے''۔

اس ضمن میں دورِ نبویؐ کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

محلم بن جثامہ کا واقعہ

محلم بن جثامہ نے ایک لڑائی میں عامر بن اضبط کو قتل کر دیا' جبکہ اس نے مسلمانوں کو السلام علیکم کہا۔ محلم اور عامر کے درمیان پہلے سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ واپسی پر صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے محلم کی شکایت کی۔ محلم اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے معافی کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ((لَا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ)) ''اللہ تجھے معاف نہیں کرے گا''۔ یہ سزا سن کر محلم رونے لگا۔ سات دن نہیں گزرے کہ محلم کی وفات ہو گئی۔ لوگوں نے اسے دفن کر دیا' لیکن قبر نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ صحابہؓ نے آ کر حضور ﷺ کو بتایا' آپؐ نے فرمایا:

((اِنَّ الْاَرْضَ تُقْبَلُ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْ صَاحِبِكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يَعِظَكُمْ))

''زمین محلم سے زیادہ شرپسند انسان کو بھی قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس واقعہ سے نصیحت دینے کا ارادہ کیا ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ محلم کی لاش کو پہاڑ پر پھینک دو۔ محلم نے ذاتی رنجش کی وجہ سے ایک مؤمن کو قتل کیا ــــ یہ اس کی سزا ملی۔ (بحوالہ ہدایہ' ج ۴' ص ۲۲۵)

اُسامہ بن زید

اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے قبیلہ جہینہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا' حالانکہ جب صحابہ کرام ؓ اس پر حملہ آور ہوئے تو اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا۔ کلمہ طیبہ سن کر سب حضرات ہٹ گئے مگر اُسامہ نے اسے قتل کر دیا۔

حضور ﷺ سے شکایت کی گئی تو اُسامہ نے کہا: اِنَّمَا کَانَ مُتَعَوِّذًا ۔ ''حضور! وہ تو جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا تھا''۔ آپؐ نے فرمایا: ((اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ؟)) ''کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟'' پھر فرمایا: ((مَنْ لَکَ بِلَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ؟)) ''قیامت کے دن لا الٰہ اِلا اللہ سے کون تجھے بچائے گا؟'' اُسامہ کہتے ہیں آپؐ نے تین دفعہ یہ وعید بیان فرمائی' اور میں نے اپنے دل میں کہا: کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا ــــ یعنی یہ فعل اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہوتا۔ (بخاری و مسلم)

مقداد بن اسود

ایک لڑائی میں حضرت مقداد سے بھی یہی غلطی ہو گئی تھی۔ حضور ﷺ نے مقداد سے جواب طلب کیا۔ مقداد نے یہی عذر کیا کہ وہ زبان سے اقرار کر رہا تھا' دل سے نہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

((فَکَیْفَ لَکَ بِلَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ غَدًا؟))

''کل تیرا کیا حال ہو گا جب لا الٰہ الا اللہ خدا کی بارگاہ میں فریاد کرے گا؟''

پھر فرمایا: ''ایک شخص کفار کے خوف سے اپنا ایمان چھپاتا ہے' پھر تمہارے سامنے اس کا اظہار کرتا ہے اور تم اسے قتل کر دیتے ہو' یہی حال مکّہ میں تمہارا تھا''۔

خالدؓ بن ولید

خالدؓ بن ولید نے فتح مکّہ کے موقع پر بنی جذیمہ کے چند افراد کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے خالد اور ان کے ساتھیوں کو داعی بنا کر بھیجا تھا' حملہ آور بنا کر نہیں بھیجا تھا۔ اس کے لئے الفاظ یوں ملتے ہیں: بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید حین افتتح مکّۃ داعیا ولم یبعثہ مقاتلاً۔ ان لوگوں نے صحابہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے صبانا' صبانا کہا' یعنی ہم کفر سے علیحدہ ہوئے۔ ان سے اسلمنا اسلمنا ''ہم نے اسلام قبول کیا'' کے الفاظ نہیں کہے گئے۔ مطلب ان کا یہی تھا' لیکن خالد بن ولید نے انکار سمجھ کر ان میں سے بعض کو قتل کر دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور قتل کرنے سے گریز کیا۔ حضور ﷺ کے علم میں جب یہ حادثہ

آیا تو آپؐ خوفزدہ ہو گئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر آپؐ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ)) (صحیح البخاری)

''الٰہی! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیرے حضور میں اپنی براءت پیش کرتا ہوں''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ مقتولوں کی دیت ادا کرو۔ حضرت علیؓ نے دیت ادا کی، یہاں تک کہ کتے کے پانی پینے کے برتن (میلغة الکلب) کی دیت بھی ادا فرمائی۔ (بحوالہ بدایہ، ج ۴، ص ۳۱۳)

مؤمن کی آبرو کی حفاظت

سورۂ حجرات میں دینی اور ایمانی اخوت کا اعلان کر کے اس کی اہمیت اور اس کے تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾ صرف ایک دکھاوے کا نعرہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک حقیقی رشتۂ قلبی ہے اور اس کے اہم اخلاقی تقاضے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایمانی اخوت کے تقاضے کا اعلان ان لفظوں میں کیا:

((اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا)) (متفق علیه)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ان الفاظ میں مؤمن کی عزت و آبرو اور اس کی جان و مال کے احترام کا اعلان فرمایا:

((کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ وَعِرْضُهٗ وَدَمُهٗ)) (مسلم والترمذی)

مزید فرمایا:

((بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ)) (مسلم والترمذی)

''آدمی کے بدترین خلائق ہونے کے لئے یہ برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی بےعزتی کرے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسولِ اکرم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کو نقل کر

کے کعبۃ اللہ کی طرف خطاب فرمایا اور حضور ﷺ کے مشہور قولِ گرامی کی یاد دہانی کرائی۔ حضور ﷺ کی حدیث یہ ہے:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيْمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهِ)) (الترمذی)

''اے زبان سے ایمان لانے والے گروہ! جس کے دل میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا! اپنے مسلمان بھائیوں کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کیا کرو اور نہ ان کے پیچھے ان کی کھوج میں لگا کرو۔ جو شخص مسلمانوں کا پیچھا کرتا ہے اور انہیں کریدنے کی حرکت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی کمزوریوں کا پیچھا کرتا ہے اور اللہ جس کے گناہوں کا پیچھا کرتا ہے وہ رسوا ہو جاتا ہے' اگرچہ اپنے کجاوے کے اندر بیٹھا ہوا ہو''۔

ابن عمرؓ نے اس کے بعد کعبہ پر نظر ڈالی اور یہ قولِ رسول دہرایا:

((مَا اَعْظَمَکِ وَاَعْظَمَ حُرْمَتَکِ وَالْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْکِ))

''تو کتنا باعظمت ہے اور تیری حرمت کس قدر عظیم ہے! مگر اللہ کے نزدیک مؤمن کی حرمت تیری حرمت سے عظیم تر ہے''۔

حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی میں سورۃ الحجرات کے تمام آداب و اخلاق کا خلاصہ آ گیا ہے۔

نہی عن المنکر اور اصلاحِ معاشرہ کی اہمیت اسلام میں واضح ہے' لیکن اس راہ میں بھی مؤمن کی عزت و آبرو کا لحاظ کتنا ضروری ہے' حضرت عمرؓ کے چند واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا تجسس

حضرت عمرؓ کے پاس ایک صاحب آتے جاتے تھے۔ چند روز وہ رک گئے' حضرت عمرؓ نے اپنے دوست عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ چلو اس شخص کی خبر لیں۔ یہ دونوں اس شخص کے مکان پر پہنچے' مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا' وہ شخص بیٹھا ہوا تھا اور ایک جوان عورت اسے برتن میں کچھ نکال نکال کر دے رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھ کر

کہا: **ھذا الذی شغلہ عنا** ''یہ ہے وہ شغل جس کی وجہ سے یہ شخص ہم سے دُور ہو گیا''۔ ابن عوف نے کہا: **ما یدریک ما فی الاناء** ''آپ کو کیا خبر کہ اس برتن میں کیا ہے''۔ حضرت عمرؓ کو فوراً احساس ہوا اور بولے: **اتخاف ان یکون ھذا ھو التجسس؟** ''ابن عوف! کیا تمہیں اس بات کا خوف ہے کہ میرا یہ رویہ تجسس کے تحت آتا ہے؟'' ابن عوف بولے: **بل ھو التجسس** '' جی ہاں' یہ وہی تجسس (کھوج اور جستجو) ہے جس کی ممانعت قرآن کریم میں کی گئی ہے''۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

ما التوبۃ من ھذا؟ قال : لا تُعْلِمُہُ بما اطلعتَ علیہ من امرہ ولا یَکُوْنَنَّ فی نفسک الا خیرا (کنز العمال' ج ۲' ص ۱۶۸)

''ابن عوف! اس گناہ کی توبہ کیا ہے؟'' ابن عوف نے کہا: ''جو دیکھا ہے اسے نقل نہ کیجئے گا اور اس شخص کے حق میں اپنے دل میں خیر کے سوا کچھ نہ رکھئے گا''۔

حضرت عمر ﷺ اس واقعہ کو نقل کرتے تو اس شخص کی طرف سے بدگمانیاں پھیلتیں اور یہ بات یقینی نہ تھی کہ وہ شخص شراب پی رہا تھا یا وہ عورت اجنبی تھی ــــ ممکن تھا کہ وہ خاتون اس کی بیوی ہو اور وہ کوئی حلال مشروب اپنے شوہر کو پلا رہی ہو۔

ایک رات کو حضرت عمر ﷺ شہر کا گشت لگا رہے تھے کہ ایک مکان میں سے گانے بجانے کی آواز آئی' حضرت عمرؓ اس گھر کی دیوار پھاند کر داخل ہو گئے اور صاحب مکان پر غضبناک ہو کر بولے: **یا عدوَّ اللّٰہ! اظننتَ انّ اللّٰہ یسترک وانت فی معصیۃ اللّٰہ؟ فقال : وانت یا امیر المؤمنین لا تعجل علیَّ......** ''او دشمن خدا! کیا تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیری پردہ پوشی کرے گا جبکہ تو معصیت میں مبتلا ہو گا؟'' وہ بولا: امیر المؤمنین! آپ جلدی نہ کریں' اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپؓ نے تین گناہ کئے ہیں: ایک گناہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا......﴾ ''جاسوسی نہ کرو''۔ آپؓ نے جاسوسی کی۔ دوسرا گناہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ﴿وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا﴾ ''گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو''۔ آپؓ دیوار پھاند کر اندر آئے۔ تیسرا گناہ یہ کہ خدا نے حکم دیا: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی

تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا ﴾ ''دوسروں کے گھروں میں داخل مت ہو یہاں تک کہ اجازت لے لو اور گھر والوں کو سلام کر لو''۔ لیکن آپؓ میری اجازت کے بغیر داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ اس کا جواب سن کر حیران رہ گئے اور فرمایا: فهل عندک من خیر ان عفوتُ عنک ؟ ''اگر میں تجھے معاف کر دوں تو کیا تیرے پاس میرے لئے بھلائی ہے؟'' اس نے کہا: ہاں' بھلائی ہے۔ آپؓ نے اسے معاف کر دیا اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ (ایضاً)

بوڑھے شرابی کا واقعہ

ایک رات حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شہر کا گشت لگا رہے تھے کہ ایک مکان میں روشنی نظر آئی' یہ دونوں حضرات اس مکان میں داخل ہو گئے اور دیکھا ایک بوڑھا بیٹھا ہے' اس کے سامنے شراب رکھی ہے اور ایک کنیز گا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ما رایتُ کالليلة منظرا اقبح من شیخ ینتظر اجله ''میں نے آج سے زیادہ برا منظر کبھی نہیں دیکھا' اس بوڑھے کا جس کا موت انتظار کر رہی ہے''۔ وہ بوڑھا بولا: بلٰی' یا امیر المؤمنین! ما صنعتَ انتَ اقبحُ ''ہاں' اے امیر المؤمنین! مگر جو کچھ آپؓ نے کیا وہ اس سے زیادہ برا ہے''۔ تجسّستَ وقد نُهِیَ عن التجسس ودخلتَ بغیر اذن ''آپؓ نے ٹوہ لگائی اور بغیر اجازت مکان میں داخل ہوئے' حالانکہ ان دونوں باتوں سے روکا گیا ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے باہر آ گئے: صدقتَ ''تو نے سچ کہا''۔ آپؓ کی حالت یہ تھی: ثم خرج عاضا علی ثوبه یبکی وقال ثکلت عمر امه ان لم یغفر له ربه ''حضرت عمرؓ دانتوں سے کپڑا چباتے ہوئے (جو اظہارِ افسوس میں ہوتا ہے) باہر آ گئے اور کہا: ''اگر خدا نے عمر کو معاف نہ کیا تو عمر کی ماں عمر کو روئے''۔

اس بوڑھے نے اس واقعہ کے بعد توبہ کر لی مگر وہ حضرت عمرؓ کے سامنے نہیں آیا کرتے تھے۔ عرصہ کے بعد کسی مجلس میں یہ شیخ کنارہ پر بیٹھ گئے' حضرت عمرؓ نے پہچان لیا اور اپنے پاس بلایا۔ وہ ڈرتے ڈرتے آئے' آپؓ نے قریب بلا کر ان کے کان میں کہا:

والذی بعث محمدًا بالحق رسولاً ما اخبرتُ احداً من الناس بما رایتُ منک ولا ابنُ مسعود فانه کان معی

''قسم ہے اُس ذات کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا! میں نے اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہیں دی اور نہ میرے ساتھی ابن مسعودؓ نے دی''۔

اس بوڑھے نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں یہ بات کہی:

والذی بعث محمدًا بالحق رسولاً ما عدتُ الیہ حتی جلستُ مجلسی ھذا

''خدا کی قسم! میں نے اس کے بعد آج تک وہ گناہ نہیں کیا''۔

فرفع عمر صوتہ یکبر ' فما یدری الناس من ای شیء یکبر

(بحوالہ کنز' ج ۲' ص ۱۴۱)

''حضرت عمرؓ نے خوشی کے مارے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اہل مجلس کو پتہ نہ چلا کہ عمر نے اللہ اکبر کا نعرہ کیوں بلند کیا''

نہی عن المنکر اور اصلاح کے لئے کتنے اخلاص کی' کتنے جذبۂ خیر خواہی کی اور مؤمن کی عزت نفس کے احترام کی کتنی ضرورت ہے؟ اور پھر اس اصلاحی قدم میں کتنا اثر ہوتا ہے' اس کی اس سے بہتر مثال نہیں مل سکتی۔ (حیاتِ صحابہ' ج ۲' ص ۴۲۰)

مؤمن کو پریشان کرنا

ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مجلس سے ایک شخص باہر جانے کے لئے کھڑا ہوا' اس شخص کی جوتی ایک صاحب نے چھپا دی' وہ پریشان ہوگیا۔ وہ کہتا تھا: ''میری جوتیاں' میری جوتیاں!'' لوگ کہتے: ہم نے نہیں دیکھیں۔ وہ کہتا: ''وہ یہیں تھیں' اسی جگہ تھیں''۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: ((فَکَیْفَ بِرَوْعَةِ الْمُؤْمِنِ؟)) ''یہ مؤمن کو پریشان کرنا کیوں؟'' ایک صاحب بولے: **یارسول اللّٰہ انما صنعتہ لاعباً** ''حضور ﷺ! میں نے تو مذاق کیا تھا''۔ آپؐ نے فرمایا: ((لَا تَرَوَّعُوا الْمُسْلِمَ فَاِنَّ رَوْعَةَ الْمُسْلِمِ ظُلْمٌ عَظِیْمٌ)) ''مؤمن کو پریشان نہ کیا کرو' یہ ظلم عظیم ہے''۔

سلیمان بن حسرد کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ

ایک دیہاتی آیا اور وہ بھی نماز میں شریک ہو گیا۔ اس دیہاتی کے پاس چمڑے کا ایک ترکش (قرن) تھا' اسے کچھ لوگوں نے غائب کر دیا۔ دیہاتی پریشان ہو گیا اور المقرن' المقرن پکارنے لگا۔ وہ لوگ ہنسنے لگے اور اس کا تھیلا دے دیا۔ یعنی اس کے ساتھ مذاق کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس تکلیف دہ مذاق کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَرُوْعَنَّ مُسْلِمًا))

''جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ کسی مسلمان کو پریشان نہ کرے''۔

(حیات صحابہ' ج ۲' ص ۴۰۹)

حضرت اُسامہ بن زید سے محبت

اوپر حضرت اُسامہؓ پر حضور ﷺ کی ناراضگی کا واقعہ نقل کیا گیا۔ حضور ﷺ کو اُسامہ سے کس قدر محبت تھی' اس پر غور کرو۔ رسول اکرم ﷺ کو اپنے محبوب خادم حضرت زید کے صاحبزادے اُسامہ سے بڑی محبت تھی —— حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) تو آپؐ کا خون تھے' لیکن اُسامہ سے تو آپؐ کا کوئی خونی رشتہ نہ تھا' پھر آپؐ نے اُسامہ کو کس قدر محبت عطا فرمائی!

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ آ کر اُسامہ کو چیچک ہو گئی۔ اُسامہ ایک کم سن بچے تھے جن کے مُنہ سے رال ٹپکتی تھی اور میں ان سے گھن کھاتی تھی' مگر رسول اکرم ﷺ کا حال یہ تھا کہ فَطَفِقَ يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيُقَبِّلُهُ...... ''اُسامہ کا مُنہ دھوتے تھے اور اس کے بوسے لیتے تھے''۔ فرماتی ہیں: **اما واللّٰہ' بعد ھذا فلا اقصیہ ابدًا**...... اللہ کی قسم! اس منظر کو دیکھنے کے بعد میں نے اُسامہ کو حقارت سے دیکھنا چھوڑ دیا۔

(۲) ایک روز اُسامہ مکان کی چوکھٹ پر گر پڑے اور ان کی پیشانی زخمی ہو گئی' حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز دی: ((يَا عَائِشَةُ! اَمِيطِي عَنْهُ الدَّمَ)) ''عائشہ! اُسامہ کا خون صاف کر دے'' فَتَقَذَّرْتُهُ ''لیکن میں نے اس سے کراہت کی''۔

فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَمُصُّ شَجَّتَهٗ وَیَمُجُّهٗ وَیَقُوْلُ:((لَوْ كَانَ اُسَامَةُ جَارِیَةً لَكَسَوْتُهٗ وَحَلَّیْتُهٗ حَتّٰى اُنَفِّقَهٗ)) (ابن ماجه)

''تو رسول اللہ ﷺ نے اُسامہ کے زخم سے خون چوسا اور تھوک دیا اور (اُسامہ کی دل داری کے طور پر) فرمایا:''اُسامہ اگر لڑکی ہوتا تو میں اسے اچھے کپڑے پہناتا اور زیور پہناتا' یہاں تک کہ اس کی شادی کر دیتا''۔

(۳) حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کو عرفات سے چلنے میں کچھ دیر ہو گئی' آپؐ اُسامہ کا انتظار کر رہے تھے۔لوگوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا چپٹی ناک والا سیاہ فام آپ ﷺ کے پاس آیا(فجاء غلامٌ اَفْطَسَ اَسْوَدَ) اور آپؐ روانہ ہو گئے۔

یمن کے آدمیوں نے اس تاخیر پر حضور ﷺ کو طنز کرتے ہوئے کہا:

اِنَّمَا حَبَسَنَا من اجل هٰذا؟

''کیا اس لڑکے کی وجہ سے ہمیں روکے رکھا؟''

اس واقعہ کے راوی حضرت عروہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ اس گستاخی کی نحوست ان لوگوں پر ایسی پڑی کہ یہ لوگ وصالِ نبویؐ کے بعد مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو انہیں راہِ راست پر لانے کے لئے جہاد کرنا پڑا۔

(حیاتِ صحابہؓ ج ۲' ص ۴۱۱)

بقیہ: شرابِ کہن پھر پلا ساقیا

کہ یہ تحریکیں کبھی آمر جرنلوں کا دم بھرتی ہیں تو کبھی بحالی جمہوریت کی تحاریک کو جہاد قرار دیتی ہیں۔انتخابات ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے' بلکہ ہر وہ کام ان کے لئے جائز وطیب بلکہ مستحسن ہے جس سے ان کے خیال میں اسلامی نظام کے لئے راہ ہموار ہوتی ہے۔ چنانچہ بڑی برائی کے مقابلے میں چھوٹی برائی کو گلے لگانا بلکہ چومنا چاٹنا ان کا محبوب فلسفہ ہے۔

(جاری ہے)